سود ایک مالیاتی ظلم و ستم ہے جس کے رائج ہونے سے انسان کا نظام معیشت عدم مساوات اور زر کی غیر منصفانہ تقسیم کا شکار ہو رہا ہے۔ انصاف فطری تو یہ ہے کہ مال وزر سرمایہ داروں کے ہاتھوں سے بے مایہ اور غریب لوگوں کی طرف منتقل ہو مگر یہاں تو الٹی گنگا بہائی جارہی ہے ۔ کہ کم مایہ لوگوں کی جیبوں سے کھینچ کھینچ کر مال داروں کو بڑے سے بڑا دولت مند بنایا جا رہا ہے ۔ جو کہ مالی استحصال کی ظالمانہ روش کا تسلسل ہے ۔ لہٰذا ثابت ہو گیا کہ ربا فری اکانومی جس میں زکوٰۃ کا لازمی نفاذ بھی شامل ہو انسانی معاشرے کے لیے سراسر منصفانہ نظام معیشت ہے جس میں بنی نوع انسان کو انصاف اور باہمی اخوت کا نہ صرف سبق دیا جاتا ہے بلکہ انسانی معاشرے کی معاشی فوز و فلاح کے دو بنیادی اصولوں معاشی مساوات اور بے لاگ معاشی انصاف کی ضمانت دی جاتی ہے۔ (یہاں معاشی مساوات سے مراد عوام الناس کو دولت کمانے اور خرچ کرنے کے یکساں مواقع فراہم کرنا ہے)۔ دوسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ سود سے آزاد معاشرہ سود کی شکل میں بہت بڑے حرام مال کی قباحتوں اور نقصانات سے بچا رہتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا :

الذين ياكلون الربا لا يقومون الا كما يقوم الذي يتخبطه الشيطان من المس ذلك بانهم قالوا انما البيع مثل الربا واحل الله البيع وحرم الربا فمن جاءه موعظة من ربه فانتهى فله ما سلف وامره الى الله ومن عاد فاولئك اصحاب النار هم فيها خالدون ۔

اردو ترجمہ:

جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قیامت کے دن) کھڑے نہ ہوں گے مگر اس شخص کی طرح جسے شیطان نے چھو کر مخبوط الحواس بنا دیا ہو۔ یہ اس لیے کہ وہ کہتے ہیں کہ تجارت بھی تو سود ہی کی طرح ہے، حالانکہ اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔ پھر جس شخص کے پاس اس کے رب کی طرف سے نصیحت آجائے اور وہ باز آ جائے تو جو پہلے ہو چکا وہ اسی کا ہے اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے، اور جو دوبارہ کرے تو وہی لوگ دوزخ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

(سورۃ البقرہ، آیت 275)

غیر سودی معیشت مال حرام کی نحوست سے محفوظ ہو کر اکل حلال کی برکات سے بہرہ ور ہوتی ہے گویا خداوند کائنات کی رحمت کا بادل اس طرح کی سوسائٹی پر سایہ فگن ہوجاتا ہے۔ یہ تاریخی حقیقت ہے ک پانچویں خلیفہ راشد عمر ثانی حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور خلافت میں ربا فری سوسائٹی کے اندر زکوٰۃ کی منصفانہ و دیانتدارانہ تقسیم از سر نو عمل میں لائی گئی تو اس سے اگلے سال اس کی برکات کی وجہ سے عاملین زکوٰۃ گلیوں میں آواز لگاتے تھے مگر زکوٰۃ لینے والا کوئی نہ ملتا تھا۔ ڈاکٹر محمد شکیل اوج لکھتے ہیں....... سورہ البقرہ کی آیت نمبر 276 میں تو دوٹوک فیصلہ سنایا گیا ہے۔ يمحق الله الربا ويربي الصدقات والله لا يحب كل كفار اثيم ۔ ترجمہ: اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے، اور اللہ کسی ناشکرے گناہ گار کو پسند نہیں کرتا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ انفاق ، نذر اور صدقات کے ذریعے معاشی و معاشرتی بہبود و کفالت کے احکام کو روبہ عمل لانے کے بعد یہ ناممکن ہے کہ ربا نہ مٹے اور صدقات نہ بڑھیں۔ اور اگر اس حکم کو پیشگوئی کے رنگ میں لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ اللہ کے قانون پر عمل کرنے سے بالآخر ربا مٹ جائے گا اور صدقات پھیل جائیں گے اور ایک نہ ایک دن ضرور ایسا ہوکر رہے گا ۔ سورۃ البقرہ کی اس آیت میں رِبا کے مقابلے پر صدقات کا لفظ لایا گیا ہے۔

اسی طرح سورہ آل عمران میں انفاق اور سورۃ النساء اور سورت الروم میں زکوٰۃ کا لفظ ۔ بات دراصل یہ ہے کہ زکوٰۃ ہو یا صدقات یا پھر نفقات ، تینوں کا مقصود ایک ہی ہے او وہ یہ ہے کہ مال امراء کے ہاتھوں سے نکل کر غرباء کے پاس چلا جائے۔ جبکہ ربا کا مقصور یہ ہے کہ مال غرباء کے ہاتھوں سے نکل کر امراء کے پاس چلا جائے ۔ صدقے اور زکوٰۃ کے مستحقین بجائے لینے کے دینے والے بن جائیں تو ایسے معاشی سسٹم کو ربا یعنی ظلم سے تعبیر کیا جائے گا ۔ (سہ ماہی التفسیر کراچی جولائی تا ستمبر 2007ء ، جلد 3 ، شمارہ 11 ، صفحہ نمبر 40) ۔

تیسری اہم بات یہ ہے کہ اسلام نے سود کی ممانعت کرکے اور زکوٰۃ کی تحصیل و تقسیم کا نظام تشکیل دے کر انسان کے معاشی مسئلہ کا بہترین حل پیش کیا ہے ۔جبکہ انسان کا معاشی مسئلہ انسانی تمدن و معاشرت میں نہایت اہمیت رکھتا ہے ۔ اور انسانیت ہمیشہ اس گھمبیر مسئلے کا شکار رہی ہے جس کا کافی و شافی حل پیش کیا جانا ہر دور کی ناگزیر ضرورت رہی ہے۔ سیدابوالاعلی مودودی اس موضوع پر اظہار خیال فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سرمایہ داری کا اقتضا ہے کہ روپیہ جمع کیا جائے اور اس کو بڑھانے کے لیے سود لیا جائے تاکہ ان نالیوں کے ذریعہ سے آس پاس کے لوگوں کا روپیہ بھی سمٹ کر اس جھیل میں جمع ہو جائے ۔ اسلام اس کے بالکل خلاف یہ حکم دیتا ہے کہ روپیہ اوّل تو روک کر نہ رکھا جائے اور اگر رک گیا ہو تو اس تالاب میں سے زکوٰۃ کی نہریں نکال دی جائیں۔ تا کہ جو کھیت سوکھے ہیں ان کو پانی پہنچے اور گردو پیش کی ساری زمین شاداب ہو جائے ۔ سرمایہ داری کے نظام میں دولت کا مبادلہ مقیّد ہے اور اسلام میں آزاد ۔ سرمایہ داری کے تالاب سے پانی لینے کے لیے ناگزیر ہے کہ خاص آپ کا پانی پہلے سے وہاں موجود ہو، ورنہ آپ ایک قطرہ آب بھی وہاں سے نہیں لے سکتے ۔ اس کے مقابلے میں اسلام کے خزانۂ آب کا قاعدہ یہ ہے کہ جس کے پاس ضرورت سے زیادہ پانی ہو وہ اس میں لا کر ڈال دے اور جس کو پانی کی ضرورت وہ اس سے لے لے ۔ (کتاب معاشیات اسلام ۔ باب نمبر 3 سرمایہ داری اور اسلام کا فرق صفحہ نمبر 133 ، اشاعت ہفتم جون 1982ء شائع کردہ اسلامک پبلیکیشنز لیمیٹڈ لاہور) ۔

زکوٰۃ کے تحت آنے والے صدقات کے تذکرہ میں خداوند کائنات نے سورہ التوبہ آیت نمبر 60 میں ارشاد فرمایا " انما الصدقات للفقراء والمساكين والعاملين عليها والمؤلفة قلوبهم وفي الرقاب والغارمين وفي سبيل الله وابن السبيل فريضة من الله والله عليم حكيم

:اردو ترجمہ

صدقات (زکوٰۃ) تو بس فقیروں کے لیے ہیں، اور مسکینوں کے لیے، اور ان کے وصول کرنے پر مقرر لوگوں کے لیے، اور جن کے دل جوڑے جائیں، اور گردنیں آزاد کرانے میں، اور قرض داروں کے لیے، اور اللہ کی راہ میں، اور مسافر کے لیے۔ یہ اللہ کی طرف سے فرض ہے، اور اللہ سب کچھ جاننے والا، حکمت والا ہے۔

تحصیل و تقسیم زکوٰۃ کے فوائد کا تذکرہ فرماتے ہوئے سید ابوالاعلی مودودی صاحب نے لکھا کہ یہ مسلمانوں کی کو آپریٹو سوسائٹی ہے ۔ یہ ان کی انشورنس کمپنی ہے ۔ یہ ان کا پراویڈنٹ فنڈ ہے۔ یہ ان کے لیے بے کاروں کا سرمایہ اعانت ہے۔ یہ ان کے معذوروں ، اپاہجوں ، بیماروں، یتیموں ، بیواؤں اور بےروزگاروں کا ذریعہ پرورش ہے۔ یہ اس بات کی ضمانت ہے کہ مسلم معاشرے میں کوئی شخص ضروریات زندگی سے محروم نہ رہے گا۔ اور ان سب سے بڑھ کر یہ وہ چیز ہے جو مسلمان کو فکر فردا سے بالکل بے نیاز کر دیتی ہے۔ اس کا سیدھا سادہ اُصول یہ ہے کہ آج تم مالدار ہو تو دوسروں کی مدد کرو کل تم نادار ہو گے تو دوسروں تمہاری مدد کریں گے ۔ تمہیں یہ فکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں کہ اگر مفلس ہوگئے تو کیا بنے گا ؟ مر گئے تو بیوی بچوں کا کیا حشر ہوگا ؟ کوئی آفت ناگہانی آپڑی ، بیمار ہوگئے ، گھر میں آگ لگ گئی ، سیلاب آگیا ، دیوالیہ نکل گیا تو ان مصیبتوں سے مخلصی کی کیا سبیل ہوگی ؟ سفر میں پیسہ پاس نہ رہا تو کیوں کر گزر بسر ہوگی ؟ ان سب فکروں سے صرف زکوۃ تم کو ہمیشہ کے لیے بے فکر کر دیتی ہے ۔ تمھارا کام بس اتنا ہے کہ اپنی پس انداز کی ہوئی دولت میں سے ایک حصہ دے کر اللہ کی انشورنس کمپنی میں اپنا بیمہ کرا لو ۔ اس وقت تم کو اس دولت کی ضرورت نہیں ہے، یہ اُن کے کام آئے گی جو اس کے ضرورت مند ہیں ۔ کل جب تم ضرورت مند ہو گے یا تمہاری اولاد ضرورت مند ہوگی تو نہ صرف تمھارا اپنا دیا ہوا مال بلکہ ضرورت ہو تو اس سے بھی زیادہ تم کو واپس مل جائے گا۔

(حوالہ سابقہ - صفحہ نمبر 130) ۔

جہاں تک حکومت کی طرف سے ٹیکس وصولی کا تعلق ہے تو سب سے پہلے یہ جاننا چاہیے کہ اسلام اس کی کس حد تک اجازت دیتا ہے ؟ اس بارے میں سید ابوالاعلی مودودی وضاحت فرماتے ہیں : ٹیکس عائد کرنے کے بارے میں قرآن اس اصول کی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ ٹیکسوں کا بار صرف ان لوگوں پر پڑنا چاہیے جو اپنی ضرورت سے زیادہ مال رکھتے ہوں اور ان کی دولت کے بھی صرف اس حصے پر یہ بار ڈالا جانا چاہیے جو ان کی ضرورت سے زائد بچتا ہو ۔ سورت البقرہ کی آیت نمبر 219 میں ارشاد ربانی ہے : يسئلونك ماذا ينفقون قل العفو كذلك يبين الله لكم الآيات لعلكم تتفكرون ۔

:اردو ترجمہ

وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں۔ آپ کہہ دیجیے: جو ضرورت سے زائد ہو۔ اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنی آیات واضح کرتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو۔

(حوالہ سابقہ ، صفحہ نمبر 113)

سید ابوالاعلی مودودی نے ایک سوال کے جواب میں لکھا : اسلامی ریاست میں یہ دونوں چیزیں (زکوٰۃ وصول کرنے کے ساتھ ساتھ انکم ٹیکس عائد کرنا) جائز ہوسکتیں ہیں ۔ زکوٰۃ کے مصارف بالکل متعین ہیں ---- ان امور میں کوئی ترمیم و تنسیخ جائز نہیں ہے اب ظاہر ہے کہ ریاست کو اگر دوسری مزید ضروریات در پیش ہوں تو ان کے لیے وہ قوم سے مالی مدد حاصل کرسکتی ہے ۔ اگر یہ وصولی جبری ہو تو ٹیکس ہے اگر رضاکارانہ ہو تو چندہ ہے اور واپسی کی شرط ہو تو قرض ہے۔ زکوٰۃ اور یہ دوسری قسم کی وصولیاں نہ ایک دوسرے کی جگہ لے سکتی ہیں اور نہ ایک دوسرے کو ساقط کرسکتی ہیں ۔ یہ تو اس مسئلہ کا اصولی جواب ہے---- اگر ہمارے ملک میں صحیح اسلامی حکومت قائم ہو جائے اور دیانت داری سے اس کا نظام چلایا جائے تو اتنے ٹیکسوں کی ضرورت باقی نہیں رہے گی جتنے آج موجود ہیں ۔ موجودہ زمانے میں ٹیکسوں کے معاملے میں جتنی بد عنوانیاں اور بد دیانتیاں ہوتی ہیں وہ آپ خوب جانتے ہیں ۔ ایک طرف تو جس مقصد کے لیے ٹیکس لگایا جاتا ہے اس کا بمشکل دس فیصد اس مقصد کے لیے صرف ہوتا ہے ۔ دوسری طرف ٹیکس سے بچنے کی ایک عام ذہنیت پیدا ہوگئی ہے ۔ اگر نظام حکومت درست ہوجائے تو موجودہ ٹیکسوں کا ایک چوتھائی حصہ بھی کفایت کرے گا اور (افادیت چار ، پانچ گنی زیادہ ہوجائے گی ۔ (حوالہ سابقہ ، صفحہ نمبر 371 ، 372

چوتھا قابل ذکر امر یہ ہے کہ استحصالی ٹیکسیشن کا خاتمہ کسی بھی معاشرے میں پائیدار انصاف اور متوازن معاشی ترقی کے لیے ناگزیر ہے۔ وہ ٹیکس نظام جو بلا امتیاز ہر فرد پر یکساں بوجھ ڈالے، درحقیقت غریب اور متوسط طبقے کو سب سے زیادہ متاثر کرتا ہے، کیونکہ ان کی آمدن محدود اور ضروریات زیادہ ہوتی ہیں۔ اس کے نتیجے میں معاشرتی عدم مساوات بڑھتی ہے اور دولت چند ہاتھوں میں سمٹ جاتی ہے۔ استحصالی ٹیکسوں کا خاتمہ ایک ایسے نظام کی راہ ہموار کرتا ہے جس میں محصول کا بوجھ آمدن اور وسائل کے مطابق تقسیم ہو۔

ایک منصفانہ متبادل کے طور پر، فلاحی اصولوں پر مبنی نظامِ محصول دولت کی گردش کو بہتر بناتا ہے اور معاشی سرگرمیوں کو فروغ دیتا ہے۔ زکوٰۃ اور سماجی ذمہ داری کے تصورات کمزور طبقات کو سہارا دیتے ہیں اور ریاست کو فلاحی منصوبے مؤثر انداز میں چلانے کا موقع فراہم کرتے ہیں۔ جب ٹیکس کا نظام شفاف، منصفانہ اور استحصال سے پاک

ہو تو عوام کا ریاست پر اعتماد بڑھتا ہے، ٹیکس چوری میں کمی آتی ہے اور معاشرہ مجموعی طور پر خود کفالت، استحکام اور اجتماعی خوشحالی کی جانب گامزن ہو جاتا ہے۔

پانچواں لائق تذکرہ امر یہ ہے کہ قرآن و شریعت کی جملہ تعلیمات و احکام بشمول اس کا دیا ہوا معاشی نظام تا قیام قیامت مستقل حیثیت رکھتے ہیں اور ہر دور میں قابل عمل اور واجب التعمیل ہیں ۔ دور جدید میں غیر سودی نظام بڑی کامیابی سے چلنے کی ناقابل انکار اہلیت رکھتا ہے اس کی وضاحت فرماتے ہوئے سید ابوالا علی مودودی رقم طراز ہیں کہ اسلام کے آنے سے پہلے دنیا کا معاشی نظام اسی طرح سود پر چل رہا ہے تھا جس طرح آج چل رہا ہے ۔ اسلام نے اُس کو بدلا اور سود کو حرام کر دیا ۔ پہلے وہ عرب میں حرام ہوا۔ پھر جہاں جہاں اسلام کی حکومت پہنچتی گئی وہاں سود ممنوع ہوتا چلا گیا ۔ اور پورا معاشی نظام اُس کے بغیر چلتا رہا ۔ یہ نظام صدیوں چلا ہے ۔ اب کوئی وجہ نہیں کہ وہ نہ چل سکے ۔ اگر ہم میں اجتہاد کی قوت ہو اور ہم ایمانی طاقت بھی رکھتے ہوں اور یہ ارادہ بھی رکھتے ہوں کہ جس چیز کو خدا نے حرام کیا ہے اس کو ختم کریں تو یقینا آج بھی ہم اسے ختم کر کے تمام مالی اور معاشی معاملات چلا سکتے ہیں ۔ (کتاب معاشیات اسلام حوالہ سابقہ زیر عنوان غیر سودی معیشت صفحہ 161) ۔

بطور خاص غیر سودی بینکاری کے رائج کرنے کے سلسلے میں ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی نے لکھا : بینکنگ کا پورا نظام سود پر قائم ہے معاشی زندگی کی اسلامی تعمیر نو کے لیے ضروری ہے کہ سود کے بغیر بینکنگ کا نظام قائم کیا جائے اور کامیابی کے ساتھ چلایا جائے ۔ یہ بات کسی بحث کی محتاج نہیں ہے کہ بینکنگ کا نظام چند بنیادی، مفید اور ناگزیر خدمات انجام دیتا ہے اور اس قسم کے کسی نظام کے بغیر جدید ترقی یافتہ معیشت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ۔ اسلامی معاشیات کے موضوع پر لکھنے والے اس بات پر متفق ہیں کہ سود کے بغیر بھی بینکنگ کا کام اسی طرح چلایا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے معروف وظائف انجام دے سکے۔ یہ مفکرین اس بات پر بھی متفق ہیں کہ بینکنگ کی اسلامی تنظیم نو شراکت اور مضاربت کے شرعی اصولوں کی بنیاد پر کرنی چاہئیے۔ (غیر سودی بنکاری دیباچہ از مصنّف - اشاعت چہارم اپریل 1991ء شائع کردہ اسلامک پبلیکیشنز لاہور صفحہ نمبر 11)۔

آخر میں ربا فری اور مشتمل بر زکوٰۃ نظام معیشت کے قیام کے لیے اٹھائے گئے عملی اقدامات کی معلومات فراہم کرنا بھی ناگزیر اور لابُدی ہے ۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے جو کہ ایک آئینی ادارہ ہے ، 1980ء میں ماہرین معیشت اور سینیئر بنکاروں کے مشورے سے حکومت کو سود سے پاک نظام معیشت کے قیام کے لیے اپنی سفارشات پیش کیں ۔ جن کے اندر بغیر سود مالی دین کے 13 متبادل طریقے تجویز کیے گئے تھے ۔ جس پر اسٹیٹ بنک آف پاکستان نے بنکاری کے تمام اداروں کو مورخہ 20 جون 1984ء کو حکم نامہ جاری کیا کہ وہ سود کی بنیاد پر تمام لین دین ختم کرکے متبادل طریقے اختیار کریں ۔ اصولی طور پر یکم جولائی 1985ء سے قومی معیشت کو سود سے پاک کردیا گیا تھا جو تاریخ کہ اسٹیٹ بنک آف پاکستان کی مقرر کردہ تھی ۔ لیکن بدقسمتی سے ان وجوہ کی بنا پر جو صرف اسٹیٹ بنک کے مقتدر حضرات کو ہی معلوم ہو گی ، بنکوں نے اس حکم نامے پر عمل نہیں کیا حتی کہ وفاقی شرعی عدالت نے 113 دائر کردہ درخواستوں کے نتیجے میں 16 نومبر 1991ء کو سود کے خاتمہ کے لیے متفقہ فیصلہ سنادیا جس کے خلاف دائر شدہ اپیلوں میں سپریم کورٹ کے شریعت اپیلنٹ بینچ نے مورخہ 23 دسمبر 1999ء کو وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ درست قرار دیا ۔ شومئ قسمت کہ یونائیٹڈ بنک نے نظر ثانی کی اپیل دائر کردی ۔ (ملخص از تصنیف اسلامی بنکاری اور سود (محاضرات علمی) از ڈاکٹر محمود احمد غازی اشاعت اکتوبر 2019ء شائع کردہ زوّار اکیڈمی ناظم آباد کراچی زیر اہتمام دارلعلم والتحقیق برائے اعلیٰ تعلیم و ٹیکنالوجی) ۔

باوثوق ذرائع بالخصوص ربا کیس کی پیروی کرنے والے معزز وکلاء کی فراہم کردہ معلومات کے مطابق سپریم آف پاکستان نے یو بی ایل کی دائر کردہ ریویو پٹیشن کا فیصلہ سناتے ہوئے 2002ء میں ربا کیس وفاقی شرعی عدالت کو از سرنو فیصلہ کے لیے ریمانڈ کردیا جو کہ بعض وجوہات کی پر 20 سال تک فیڈرل شریعت کورٹ میں زیر سماعت رہا ۔ بالآخر 28 اپریل 2022ء کو چیف جسٹس محمد نور مسکان زئی شہید کی سربراہی میں وفاقی شرعی عدالت کے 1991ء کے فیصلے کو درست قرار دیا اور برقرار رکھا ۔ تاہم اس فیصلے میں حکومت پاکستان کو 2027ء تک 5 سال کی مہلت دی گئی تاکہ سودی نظام کو ختم کرکے متبادل اسلامی نظام معیشت نافذ کیا جاسکے ۔ 2022ء کے اس فیصلے کے خلاف متعدد بنکوں نے پھر شریعت اپیلٹ بینچ میں اپیل کررکھی ہے جو کہ زیر التواء ہے ۔ دوسری جانب موجودہ حکومت نے قوم سے یہ وعدہ بھی کررکھا ہے کہ 2027ء تک سودی نظام کو ختم کردیا جائے گا ۔ اب ملت اسلامیہ پاکستان اور پوری اسلامی و غیر اسلامی دنیا اس بات کا انتظار کررہی ہے کہ پاکستان میں اسلامی نظام معیشت کب اور کیسے نافذ ہوتا ہے ۔ ہم اللہ عزوجل سے دعا کرتے ہیں کہ شریعت کورٹ کا فیصلہ کردہ یہ نظام جلد از جلد مملکت خداداد پاکستان میں نافذ ہو تاکہ ہمارے عوام اس کی بے پایاں برکات سے مستفید و مستفیض ہوسکیں ۔